آہ اس دورِ ستم پیشہ میں کیا ہوتا ہے
عید آتی ہے تو ہر زخم ہرا ہوتا ہے

# فصلِ فریب

منیر حیدرؔ

انجمن ترقی اُردو (ہزارہ ڈویژن) ایبٹ آباد

Scanned with
CamScanner

# آہ منیر حیدر آہ ......

دوستی کا نصاب تھا
ادب کی مکمل کتاب تھا
گیان کی چادر اوڑھے
جب بھی وہ مجھ سے ملا
ذہن کے دریچے وا ہوئے
جانے کا وقت کہاں تھا
کون سمجھاتا اسے
وہ تیز گام چل گیا
سب سے آگے نکل گیا
کیسے لکھوں مرحوم اسے
لفظ سارے منجمد ہیں
ذہن میرا شل ہوا
آہ منیر
آہ منیر

(سعید روشن)



Scanned with CamScanner

# جانے والے

# تو نے بہت جلدی کی

محمد عمر

ایڈیٹر کویت ٹائمز

بحیثیت مسلمان ہمارا ایمان ہے کہ موت کا وقت اور جگہ متعین ہے۔ وہ جس گھڑی اور جس جگہ آئی اس کا فیصلہ بہت پہلے کیا جا چکا ہے۔ جسے کوئی ٹال نہیں سکتا۔ خاص طور پر ٹریفک حادثات کا شکار ہونے والوں کو قطعاً علم نہیں ہوتا کہ وہ جس سفر پر روانہ ہونے والے ہیں اس کی منزل کوئی دوسرا جہاں بھی ہو سکتا ہے۔

آج پاکستانی کمیونٹی میں یہ خبر بڑے افسوس کے ساتھ سنی گئی کہ نوجوان شاعر و نقاد منیر حیدر جس نے ابھی زندگی کی ۳۵ بہاریں ہی دیکھی تھیں ایک تیز رفتار کار کی زد میں آ کر جاں بحق ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اس خبر کو شائع کرنے کے بعد دل سے ایک ہی دعا نکل رہی تھی کہ یا خدا جھوٹ ہی ہو۔ گھر سے نکلتے وقت دل میں ایک حسرت تھی کہ کاش منیر حیدر کویت ٹائمز کے استقبالیہ پر بیٹھ کر میرا انتظار کر رہا ہو اور مجھے دیکھتے ہی اپنی پیار بھری ناراضگی سے کہہ دے کہ ''یار خبر چھاپنے سے پہلے تصدیق تو کر لیا کرو۔ تم نے ایک زندہ و سلامت شخص کے انتقال کی خبر چھاپ دی''، لیکن افسوس ایسی تردید چھاپنے کی حسرت دل میں ہی رہ گئی۔

منیر حیدر اردو کی خدمت کرنے والا ایک شاعر ادیب اور نقاد تھا۔ کویت ٹائمز میں اردو صفحات کے آغاز سے تقریباً ۵ ماہ بعد اس کی کویت میں آمد ہوئی۔ اسی روز سے وہ کچھ نہ کچھ لکھتے ہی رہے۔ اردو قارئین ان کے نام سے اچھی طرح واقف ہیں۔ ان کا پورا نام راجہ منیر حیدر تھا۔ وہ ۲۲ مارچ ۱۹۶۶ء کو ایبٹ آباد کے مشہور مقام شملہ پہاڑی کے دامن میں واقع بانڈہ پھگواڑیاں کے مشہور گاؤں میں پیدا ہوئے۔ وہ ہندکو زبان کے مشہور شاعر، ادیب، محقق، اور نقاد حیدر زمان حیدر کے بڑے بیٹے تھے۔ ایبٹ آباد سے بی اے کرنے کے بعد ۱۹۹۱ء میں پشاور یونیورسٹی سے ایم اے اردو کیا۔ یکم جنوری ۱۹۹۴ء کو بسلسلہ روزگار کویت چلے آئے اور یہیں پر انہوں نے گزشتہ ہفتے داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ زندگی کے آخری دو سالوں میں وہ کویت ٹائمز کے بہت قریب رہے۔ کبھی کالم نگار، کبھی نقاد اور کبھی شاعر کی حیثیت سے۔ کویت میں آنے کے کافی دیر بعد تک انہیں کہیں مناسب ملازمت نہ مل سکی۔ تقریباً دو سال پہلے فحاحیل پاکستان اکیڈمک سکول کا افتتاح ہوا تو منیر حیدر بھی وہاں درس و تدریس سے وابستہ ہو گئے۔ کافی دیر تک انہوں نے جلیب الشیوخ میں قیام کیا۔ پھر فحاحیل منتقل ہونے کے بعد ہر جمعرات کو جلیب الشیوخ میں نظر آتے۔ ہر دوست کی رہائش گاہ پر حاضری دینا ان کی عادت رہی۔ راقم کے غریب خانہ پر بھی اکثر تشریف لاتے رہے۔ انتقال سے تین روز پہلے وہ ایک عزم لے کر میرے پاس آئے کہ کسی نہ کسی طرح کویت کی ادبی فضا کو متحرک کیا جائے۔ وہ اپنی تنظیم انجمن فروغ ادب کو پھر سے فعال بنانا چاہتے تھے۔ انہوں نے اگلی جمعرات کو چند دوستوں کے ساتھ اجلاس طے کیا۔ مجھ سے بھی شرکت کے لئے کہا گیا۔ میں نے کسی تنظیم کے اجلاس میں شرکت نہیں کی تھی مگر ان کی دعوت نہ ٹال سکا۔ اپنی حادثاتی موت سے چند گھنٹے قبل پیر کے روز انہوں نے فون پر اپنے اس روز شائع ہونے والے مضمون ''آہ عمر خطاب ارم'' کی اشاعت پر شکریہ ادا کیا اور ایک بار پھر اجلاس میں شرکت کی تاکید کی۔ حسب وعدہ جمعرات کو سارے کام چھوڑ کر اجلاس میں پہنچا حیران کن طور پر تمام مدعوئین جن میں نور پرکار، مرزا عبدالقدوس، رجب علی ایڈوکیٹ، صفدر علی صفدر، محمد اقبال سندھو، نازش، عامر قدوائی، ونظر بریلوی وغیرہ اجلاس میں موجود تھے مگر منیر حیدر صاحب کا کوئی نام و نشان نہیں تھا۔ اس وقت میری چھٹی حس نے کہا کہ کوئی گڑبڑ ضرور ہے ورنہ منیر حیدر وعدہ

خلافی کرنے والا شخص نہیں۔ میں نے اس کے قریب ترین دوست صفدر علی صفدر سے درخواست کی کہ ان کے بارے میں پتہ کر کے بتائیں۔ لیکن دو روز بعد ہفتہ کی شب پاکستان اکیڈمک اسکول کے نئے پرنسپل عبدالستار کا تقریباً ۸ بجے شب فون آ گیا جس میں انہوں نے اپنے مدرس اور ہمارے دوست کے انتقال کی خبر دی۔ ان سے بار بار تصدیق کرنے کے لئے کہا۔ مگر ان کا کہنا تھا کہ وہ مکمل تصدیق کرنے کے بعد ہی فون کر رہے ہیں۔

کسی کو معلوم نہیں کہ منیر حیدر اپنی ہلکی سی مسکراہٹ کے پیچھے کتنے غم چھپائے ہوئے تھا۔ پچھلے دو سال میں وہ میرا ہمراز دوست بن چکا تھا۔ اس کی ازدواجی زندگی ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو چکی تھی۔ بیوی اکلوتی بچی کو لیکر میکے جا چکی تھی۔ دو مرتبہ چھٹیوں میں ملنے گیا مگر سسرال والوں نے میاں بیوی کو بات کرنے کا بھی موقع نہ دیا۔ وہ دو سال سے اپنی اکلوتی لخت جگر اکلوتی بیٹی کو دیکھنے کے لئے بھی ترس گیا تھا۔ آخری مرتبہ وہ بیٹی کو چھ ماہ کی عمر میں چھوڑ کر آیا تھا۔ اڑھائی سال کی عمر میں وہ کتنی پیاری لگتی ہوگی یہ دیکھنے کے لئے باپ کو زندگی نے مہلت ہی نہ دی۔ وہ اپنے پیچھے ایک شعری مجموعہ ''دشمن آسمان اپنا'' بھی چھوڑ گئے ہیں۔ ہر شخص نے موت کا مزہ چکھنا ہے۔

پچھلے ہفتہ اس نے عمر خطاب ارم کی یاد میں آہ عمر خطاب ارم'' کے نام سے مضمون لکھا تھا۔ وہ اس بات سے بے خبر تھا کہ اگلے ہفتہ اس کی یاد میں ''آہ منیر حیدر'' شائع ہونے والا ہے۔ ایک دن میں نے اور آپ نے بھی وہیں جانا ہے۔ جہاں منیر حیدر چلے گئے ہیں۔ لیکن جب تک زندہ رہیں گے اس کی کمی محسوس ہوتی رہے گی۔ بس اتنا ہی کہیں گے کہ جانے والے تو نے بہت جلدی کی۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے اپنی جوار رحمت میں جگہ دے۔

☆☆☆



Scanned with CamScanner

یقین کیسے کروں سب سے رشتہ توڑ گیا
گلے اجل سے ملا اس سے ناطہ جوڑ گیا

کویت کے اہلِ ادب اس کو بھول سکتے نہیں
جو زندگی کے دوراہے پہ منہ کو موڑ گیا

خلوص و پیار و محبت کا آئینہ تھا منیرؔ
جو چند لمحوں میں ہم سب کا ساتھ چھوڑ گیا

(کمال اظہر)

# منیر حیدر کی شاعری

پروفیسر صادق زاہد ایبٹ آباد

منیر حیدر اردو شاعری میں بالخصوص غزل کے شاعر تھے۔انہوں نے بہت کم عرصہ میں شاعری کے فنی اسرار و رموز پر دسترس حاصل کی تھی۔ جہاں تک صنفِ غزل کا تعلق ہے اس لحاظ سے مشرقی ادبیات میں صنفِ غزل کو شہرت عام و بقائے دوام کا مقام حاصل رہا ہے۔اس کے ساتھ ہی غزل کی مخالفت میں ہمارے نظم گو شعراء اور ناقدین نے اپنی اپنی سوچ کے مطابق بے پناہ زہر بھی اگلا ہے۔جیسے اردو ادب کے ایک متنازعہ فیہ ناقد کلیم الدین احمد نے جوشِ جذبات میں غزل کو نیم وحشی صنفِ سخن کہہ کر اپنے منفی جذبات کو تسکین دینے کی کوشش کی ہے۔غزل واحد صنفِ سخن ہے جس نے طوفان مخالفت کا بھرپور انداز میں جہاں مقابلہ کیا وہاں اس نے ہر عہد کے سماجی رویوں کے متعلق اندازِ فکر و نظر کا بھی بھرپور انداز میں ساتھ دیا جس کی وجہ سے عہد آفرین مقبولیت کا تاج غزل گو شعراء کے سر پر سجایا گیا۔غزل نے ہر عہد میں انسانی جذبات کی بھرپور انداز میں ترجمانی کی ہے۔نظم کے اشعار میں قاری کو ذہنی سفر کی طویل مسافت طے کرنے کے بعد کہیں مجموعی تاثراتی کیفیت کو ذہن نشین کرنے کی سعادت نصیب ہوتی ہے۔لیکن اس کے مقابلہ میں فنی نقطہ نگاہ سے غزل کا شعر

پوری نظم کی ترجمانی کا حق ادا کرتا ہے۔اسی وجہ سے عصرِ حاضر کے اس سائنسی دور میں غزل کی صنفِ سخن اپنی پوری آب وتاب سے زندہ ہے۔

اس لحاظ سے منیر حیدر کی شاعری کا جہاں تک تعلق ہے ان کی فطرت میں غزل کہنے کا ملکہ موجود تھا۔ انہوں نے ایک نئے انداز سے غزل کہنے کا سلیقہ اپنایا تھا۔ان کی غزلوں کے اشعار میں اس عہد کی ترجمانی ملتی ہے۔جس عہد سے وہ خود وابستہ تھے۔انہوں نے اپنے عہد کا مطالعہ بڑی گہرائی سے کیا تھا۔جس کی صدا ان کے ہاں غزل کے اشعار میں بخوبی سنائی دیتی ہے ان کی غزل کے تین اشعار ملاحظہ ہوں

ایسی تقدیر کو پھر رویا جائے
سرِ بازار اگر آدمی لوٹا جائے

شہر بھی شہر ہے راس آئے کیا
اب تو صحرا کو بھی چھوڑا جائے

موجزن بحر ہے یا کوئی دریا ہے
حال کچھ چشم بینا سے پوچھا جائے

یہ اشعار اپنے انداز وفکر کے لحاظ سے دور جدید کی اہم آواز ہیں اور اس دور کے تقاضوں سے ہم آہنگ نظر آتے ہیں۔اس سے قاری کو بخوبی اندزہ ہوسکتا ہے کہ ایک شاعر نے اپنے اردگرد کے سماجی ماحول کا مطالعہ بڑی باریک بینی سے کیا ہے۔جس کی وجہ سے اس کی شاعری میں عصرِ حاضر کے سماجی شعور کی جھلکیاں نظر آتی ہیں۔اردو یا فارسی غزل کے ہر دور میں یہ خوبی رہی ہے کہ غزل نے اپنے عہد کے سماجی تقاضوں کا بھر



Scanned with CamScanner

پر[illegible] سے ساتھ دیا ہے۔ اس لحاظ سے منیر حیدر جو کہ ایک جواں مرگ شاعر تھے۔ انہوں نے اردو غزل کی روایت کے مطابق سماجی شعور کو اپنی فکر و نظر میں اہم مقام دیا ہے۔ جس کی وجہ سے منیر حیدر کی اردو شاعری میں فکر و نظر کی ایک حسین و جمیل کہکشاں اپنی پوری آب و تاب سے نظروں کو مسحور کرتی نظر آتی ہے

چند مزید اشعار ملاحظہ کیجئے

منزل کا پتہ کس کو تھا معلوم کہاں ہے
اک عمر ہی ہم لڑتے رہے گردِ سفر سے

☆

اے رات ختم ہو کہ سحر کو بھی دیکھ لیں
آدھی صدی سے بیٹھے ہیں ہم انتظار میں

☆

سونے پڑے ہیں گھر کے در و بام آج بھی
کھانے کو دوڑتا ہے یہ آنگن تیرے بغیر

☆

چلو باندھیں منیرؔ ایسی محبت
کہ پل دو پل سہارے موم کے ہیں

☆

ان اشعار کے مطالعہ سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ منیر حیدر بحیثیت غزل گو شاعر کے انتہائی حساس دل اور دماغ کے شاعر تھے۔



Scanned with CamScanner

اس پر الزام کوئی کیوں آئے
خوبرو دل میں جو اتر جائے

اور اگر یہ تمام اشعار ایک خاص زاویہ نگاہ سے دیکھے جائیں تو یہ اشعار اس جواں مرگ شاعر کے کرب و اضطراب کا پتہ دیتے ہیں جس سے وہ گزر رہا تھا۔ اور اس کی زندگی کا چراغ عین عالمِ جوانی میں گل ہو گیا جس کی وجہ سے یہ سب واقعات و حادثات آج اس کی اردو غزل کا موضوع ہیں اور جو احباب منؔیر حیدر کی چندروزہ زندگی کے گوشوں سے آشنا ہیں وہ بخوبی سمجھ سکتے ہیں کہ وہ زندگی کے مصائب و آلام سے چور چور ہو چکا تھا۔ اور یہ المیہ داستان اس کی زندگی کے مختلف خاکوں میں رنگ بھرتی دکھائی دیتی ہے۔

اس نے چندروزہ زندگی میں جو کلفتیں اور مصائب جھیلے تھے وہ سب کے سب غزل کے سانچے میں ڈھل کر آج اس کی آپ بیتی کہلانے کا حق محفوظ رکھتے ہیں۔ اگر قدرت اس نوجوان شاعر کو مزید زندہ رہنے کا موقع فراہم کرتی تو اس سے اردو غزل کو فکر و نظر کی مزید وسعتیں حاصل ہوتیں۔ لیکن موت کے بے رحم ہاتھوں نے عین عالمِ جوانی میں اس کا چراغِ حیات گل کر دیا۔ لہٰذا وہ اپنی تکمیلِ زیست کے بارے میں اپنے اس شعر میں پہلے ہی اشارہ کر چکے تھے۔

مرنے سے خوش نہیں تو خفا بھی نہیں منؔیر
مرے بنا نہیں کوئی صورت نجات کی

''باقی رہے نام اللہ کا''

پروفیسر صادق زاہدؔ
ایبٹ آباد

# حمد باری تعالیٰ

نگر نگر کبھی دشت و دمن نظر آیا
کرن کرن میں وہ جلوہ فگن نظر آیا

جہاں جہاں بھی ہے پہنچی نگاہ عالم میں
وہاں وہاں وہی سایہ فگن نظر آیا

کہاں کہاں نہ رسائی خیال کو حاصل
کہاں کہاں نہ تمہارا چلن نظر آیا



Scanned with CamScanner

کلی کلی پہ تبسم ، شجر شجر رقصاں
روش روش بھی عجیب بانکپن نظر آیا

شفق شفق ہے شگفتہ ، فضا فضا مہکی
کشاں کشاں کوئی غنچہ دہن نظر آیا

نفس نفس ہوا شاداں ، خرد خرد خنداں
ہرا ہرا کہیں سرو سمن نظر آیا

نقوشِ فصلِ بہاراں مٹے جو راہوں سے
قدم قدم پہ دیوانہ پن نظر آیا

رہِ حیات کی تلخی کا کچھ نہ پوچھ منیؔر
سفر سفر میں غریب الوطن نظر آیا



Scanned with CamScanner

# نعت رسول مقبول ﷺ

زمیں حسین، فلک پر نکھار آپ ﷺ سے ہے
تمام ارض و سما میں بہار آپ ﷺ سے ہے

پرند ، جن و ملک ، مہر و مہ سلام کریں
نسیم صبح عبادت گزار آپ ﷺ سے ہے

جھکے فرشتے بس اک مشت خاک کے آگے
بشر کا جو بھی ہے سارا وقار آپ ﷺ سے ہے

کتاب وہ دی کہ ہر عہد میں جدید رہی
صداقتوں کا حسین شاہکار آپ ﷺ سے ہے

قدم رکے جہاں جبریلؑ کے وہاں سے پرے
مقام عرش علیٰ آشکار آپ ﷺ سے ہے

حنین و بدر ہو یا معرکہ ہو اور کوئی
رگوں میں خون کا جوش فگار آپ ﷺ سے ہے

سفر میں ہوں کہ حضر میں ، جبین سر بسجود
خدا کا وصل سر رہگزار آپ ﷺ سے ہے

وجود زن کو عرب زندہ گاڑھ دیتے تھے
وجود زن کا بھرم اور سنگھار آپ ﷺ سے ہے

وہ خاکِ بطحا کہ چھوڑا جسے خدا کے لئے
وہ خاکِ طیبہ کہ جس کو قرار آپ ﷺ سے ہے

ہماری کشتیِ جاں کو ملا ہے یوں ساحل
کہ دل کے بحر میں پروردگار آپ ﷺ سے ہے

منیرؔ نعت مدح میں شۂ امم کی کہے
کلام اس کا ہے گر پائیدار آپ ﷺ سے ہے

☆☆☆



Scanned with CamScanner

# تم بھلائے نہ گئے

نوجوان شاعر منیر حیدرؔ ایبٹ آباد سے 1994ء میں بہ سلسلہ روزگار کویت آئے تو یہاں کی محفلوں میں اُن

سے ملاقات ہوئی پھر اکثر مشاعروں اور دیگر تقریبات میں ان سے ملاقاتیں رہیں۔ ان کا پورا نام راجہ منیر حیدرؔ ہے۔ ۲۲ مارچ ۱۹۶۶ کو ایبٹ آباد کے مشہور مقام شملہ پہاڑی کے دامن واقع بانڈہ پھگواڑیاں کے تاریخی گاؤں میں پیدا ہوئے۔ منیر حیدرؔ کے والد ماجد حیدر زمان حیدرؔ ہندکو زبان کے مشہور شاعر۔ ادیب اور محقق ہیں۔ منیر حیدرؔ نے گورنمنٹ پوسٹ گویجویٹ کالج ایبٹ آباد سے بی اے کیا اور پھر 1991 میں پشاور یونیورسٹی سے ایم اے کی ڈگری حاصل کی۔

منیر حیدرؔ کا اکتوبر 2001ء میں کویت ہی میں ایک حادثے میں انتقال ہوا مرحوم نہایت خوش اخلاق اور خوبصورت شاعر تھے۔ کویت کے اردو اخبار میں ان کے مضامین بھی شائع ہوتے رہے۔ غزل ان کا خاص میدان تھا اگرچہ نظمیں بھی انہوں نے بہت سی کہی ہیں۔ ان کا ایک مجموعہ کلام ''دشمن آسماں اپنا'' 1995 میں لاہور سے شائع ہوا۔

منیر حیدرؔ کے دو شعر مجھے اس وقت یاد آ رہے ہیں۔

ایک سے اک رواج تیرا ہے — کتنا ظالم سماج تیرا ہے
موت مہنگی ہے اب زمانے میں — زندگی کیا علاج تیرا ہے

میں نے منیر حیدرؔ کی رحلت کی خبر سنی تو دل بے حد غمگین ہوا۔ ان کی یاد میں یہ چند اشعار موزوں ہوئے۔

## آہ منیر حیدرؔ

ہونے والی روشنی کا استعارہ تھا منیر — آسمانِ شاعری کا اک ستارہ تھا منیر
اس کا دل دریائے الفت کی طرح تھا موجزن — اور اس دریائے الفت کا کنارہ تھا منیر
دوستوں سے مل کے رہنا انجمن سازی کا شوق — چلتا پھرتا اک محبت کا ادارہ تھا منیر
آج وہ ہم میں نہیں تو سب کے سب ہیں اشکبار — ایک میرا ہی نہیں تو سب کا پیارا تھا منیر
نرم دل اور جذبۂ احساس رکھتا تھا بہت — وقتِ مشکل دوستوں کا اک سہارا تھا منیر
ایک اظہر میں نہیں ہوں اس کے غم میں سوگوار — سب یہ کہتے ہیں ہمارا تھا ہمارا تھا منیر

کمال اظہر۔ کویت

Scanned with CamScanner